پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

نئی قومی تعلیمی پالیسی پر ایک نظر

سب سے پہلے میں وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف اور ان کی حکومت کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار انہوں نے آئینی تقاضے پورے کرتے ہوئے اسلامک ایجوکیشن کو قومی تعلیمی پالیسی میں اس کا مناسب مقام دینے کے لیے پیش رفت کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن حکیم جو ہماری رہنمائی کے لیے نازل ہونے والی آخری اور مکمل الہامی کتاب ہے، اسے پچھلے پچاس سالوں میں کبھی بھی عملی طور پر رہنما کتاب کی حیثیت نہیں دی گئی۔ پہلی بار یہ شعوری اور مخلصانہ کوشش کی گئی ہے کہ ہر طالب علم کو براہ راست قرآن سے وابستہ کر دیا جائے جس کے لیے جناب وزیر اعظم کی ذاتی دلچسپی سب سے بڑا محرک ہے۔

اسلامک ایجوکیشن کے سلسلے میں پالیسی کے دو حصے ہیں:

۱۔ قرآن حکیم ناظرہ وبا ترجمہ کی تدریس

۲۔ دینی مدارس کے نظام اور نصاب میں بہتری کی کوشش

مذکورہ بالا دونوں کوششیں انتہائی قابل تحسین ہیں لیکن میں اختصار کے پیش نظر ان کی تمام خوبیوں کا اجمالی اعتراف کرتے ہوئے بعض ایسی چیزوں کی طرف توجہ مبذول کراؤں گا جن میں مزید بہتری پیدا کر کے موثر نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ پہلے ناظرہ قرآن کی تدریس کی بات کرتے ہیں۔

۱۔ اس ساری اسکیم میں مساجد سے استفادہ، والدین اور معاشرے کی قرآن کی تعلیم میں شمولیت، ائمہ اور اساتذہ مساجد کی تربیت کا کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں مسجد کی شکل میں عمارت، فرنیچر، استاذ، والدین اور بچوں کی تدریس قرآنی سے دلچسپی کا بے پناہ اثاثہ موجود ہے۔ اس کے لیے اگر ہم ائمہ اور اساتذہ مساجد کی تربیت کا کوئی انتظام کر سکیں تو ایک طرف ہم اپنی نئی نسل کو مسجد سے وابستہ رکھ سکیں گے اور دوسری طرف قومی وسائل پر مزید بوجھ ڈالنے کے بجائے والدین اور کمیونٹی کو تدریس قرآن اور تربیت اولاد کے عمل میں شریک کر سکیں گے۔

۲۔ جہاں تک قرآن حکیم باترجمہ پڑھانے کا تعلق ہے تو اس پالیسی کو جس طرح نافذ کیا جا رہا ہے، مجھے یہ کہنے دیجئے کہ اگر اس کے پیچھے کوئی سازش کار فرما نہیں تو اس آخری حد کی ناوانی ہے جس کے نتیجے میں مجھے اندیشہ ہے کہ بچوں میں قرآن سے نفرت پیدا ہونے کے علاوہ شاید ہی کوئی نتیجہ برآمد ہو سکے۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم طلبہ کو ترجمہ رٹانے کے بجائے ان میں قرآن فہمی کی استعداد پیدا کریں۔ اگر ہم محض ترجمہ رٹا کر زبان جانے بغیر ٹنکیسٹ نہیں پڑھا سکتے تو ہم نے تدریس قرآن کے لیے ترجمہ رٹانے کا طریقہ کیوں اختیار کیا ہے؟ کیا ترجمہ رٹ لینے سے کوئی استعداد پیدا ہوگی؟ ہمارے ملک میں قرآن فہمی کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے متعدد کامیاب تجربات ہوئے ہیں۔ پاکستان کے ایک مایہ ناز فرزند اور عربی کے سکالر ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ زمان نے ٹی وی پر قرآنی عربی پڑھائی جس سے ترجمہ قرآن کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ حکوم کو وزارت تعلیم کے کریکولم ونگ کی تنگنائے سے باہر نکل کر ماہرین کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں۔ اس ضمن میں، میں اپنے ادارے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی خدمات پیش کرتا ہوں۔ اگر حکومت چاہے تو ہمارا ادارہ ملک بھر کے ماہرین سے استفادہ کر کے نہ صرف قرآن فہمی کے لیے ایک ایسا پیکج تیار کر کے دینا اپنی سعادت سمجھے گا جو ہر طالب علم میں قرآن کا سادہ ترجمہ سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا ضامن ہوگا بلکہ اس پروگرام کے لیے جس قدر اساتذہ کی تربیت درکار ہوگی، ہم اس کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ ہماری پالیسی یہ کہتی ہے کہ چھٹی جماعت سے آٹھویں تک will be maintained The stuatus-quo ۔ اور اس کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔

۳۔ دینی مدارس کو Main-stream میں لانے کے لیے جو اقدامات تجویز کیے گئے ہیں، وہ بہت مناسب ہیں البتہ اب تک کا تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ دینی مدارس نے کسی حکومت پر اعتماد نہیں کیا کیونکہ انہیں اس بات کا خطرہ ہے کہ حکومت ان کے داخلی نظم میں مداخلت کرے گی۔ نتیجتاً مدارس کا سارا نیٹ ورک متاثر ہوگا۔ پچھلے پچاس سال میں متعدد کوششیں کی گئیں جو ثمر آور نہیں ہوئیں۔ اس کے لیے درحقیقت ایسی اسکیم کی ضرورت تھی جو مدارس کے داخلی نظم اور ان کے معیار تعلیم میں، جو بالعموم خاصا بلند ہے، کسی قسم کی مداخلت کے بغیر ان کے لیے تکمیلی تعلیم Complementary Education کی سہولت بہم پہنچائے اور سرٹیفکیشن کی جا سکے۔ چنانچہ دینی مدارس کے مختلف وفاقوں اور ارباب حل وعقد کے ساتھ طویل مشاورت کے بعد علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے گزشتہ سال سے درس نظام

پروگرام کا اجرا کر دیا ہے جس کا بنیادی ڈھانچہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے طلبہ اپنے اداروں میں تعلیم جاری رکھتے ہوئے یونیورسٹی میں Enroll ہو جاتے ہیں۔ یونیورسٹی درس نظامی کے لازمی کورسز کا امتحان لے لیتی ہے اور انہیں کریڈٹ دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر طالب علم یونیورسٹی کے کورسز مثلاً" ریاضی' سائنس' اردو' انگریزی' معاشیات' سیاسیات وغیرہ میں سے ہر سمسٹر میں ایک ایک لے کر دو سال میں چار کورسز مکمل کر لیتا ہے۔ یونیورسٹی اپنے فاصلاتی نظام تدریس کے مطابق انہیں ٹیوٹرز اور دیگر سہولتیں فراہم کرتی ہے اور یوں وہ درس نظامی کے ساتھ میٹرک' ایف۔ اے اور بی۔ اے کر لیتے ہیں۔ اس پروگرام کا میٹرک سے بی۔ اے تک آغاز ہو چکا ہے اور پہلے دو سمسٹرز میں ہمارے پاس درس نظامی کے ڈیڑھ ہزار طلبہ داخلہ لے چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اس سال مئی سے ہم دینی مدارس کے فضلاء کے لیے دو مزید پروگرام شروع کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اگلے پانچ سال میں تمام دینی مدارس اس اسکیم میں شامل ہو جائیں گے کیونکہ اس سے ان کی آزادی' خود مختاری اور معیار کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اتنا بڑا کام جو وفاقی وزارت تعلیم کے پڑوس میں ہو رہا ہے' حیرت ہے کہ قومی تعلیمی پالیسی میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔

۴۔ پالیسی میں ماڈل دار العلوم قائم کرنے کی تجویز بہت مناسب ہے لیکن اس کے لیے جگہ کا انتخاب مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ Co-Education کے اداروں کے پہلو میں ماڈل دار العلوم کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ اس کے لیے ہم نے اپنی تجویز میں مناسب جگہوں کی نشاندہی کی تھی مثلاً" لاہور میں بادشاہی مسجد' پشاور میں مسجد مہابت خان اور دوسری اس طرح کی جگہیں جو اوقاف کے زیر انتظام ہیں اور وہاں عمارتیں موجود ہیں۔

آخر میں میری درخواست ہے کہ پالیسی کے نفاذ میں عجلت کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اس پر وزارت تعلیم سے باہر کے ماہرین تعلیم کی آراء سے بھی استفادہ کیا جائے۔